© rasailojaraid.com

۱۹۴۲ء کا ایک یادگار سفر

(۳)

مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحی، دارالعلوم دیوبند

دعوت ناشتہ جب ہم لیٹ چکے تو ایک آدمی نے آکر خبر دی کہ کل صبح سویرے کا ناشتہ کر کے جائیں، آپ سب کی دعوت ہے، صبح نماز بعد جب آفتاب نکل چکا تو ہم نے چلنے کی تیاری کرلی بلکہ نکل چکے، دعوت کرنے والے دوڑے آئے، کہ چلیں ناشتہ کریں۔ بیچارے نے فوراً اندر جاکر چولہا جلوایا۔ روٹیاں اور سبزی ترکاری بہت جلد تیار کرائی، مجھے یاد ہے دو دن کے بعد آج میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا اور رغبت سے کھایا۔ کھا کر چل دیئے، اور لائن پکڑ کر چلے کہ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا، یہ قاضی پور والوں نے بتادیا تھا کہ جب فوجی ٹرین کی آواز آئے آپ لوگ ریلوے تار سے باہر کہیں اوٹ میں کھڑے ہوجائیں۔

اب خوف وہراس تقریباً (نہ معلوم کیوں) دلوں سے نکل چکا تھا، ہنسی خوشی ہم بلیا سے چھپرہ کی طرف جارہے تھے، راستہ میں ریلوے کے دونوں کنارے پانی میں ڈوبے ہوئے نظر آئے۔ تھوڑی دیر بعد ٹرین کے آنے کی آواز آئی، اب پانی میں ہم کہاں جائیں، کلمہ پڑھ کر اور توبہ کر کے پانی کے کنارے کھڑے ہو گئے، مگر الحمد للہ فوجی گذر گئے، کوئی گولی نہیں چلی، اب اطمینان تھا کہ خطرہ ٹل گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت کے مظالم اب پانی کا سلسلہ ختم تھا، پیاس لگی تو ایک آم کے باغ میں کنواں نظر آیا، وہاں پہونچے، پانی پیا گیا، دیکھا کہ ایک ٹولی ہندو کسانوں کی جمع ہے، انھوں نے بتایا کہ ہم پر اور ہماری آبادی پر برطانیہ کی پولیس اور فوج نے کتنے مظالم ڈھائے، مجبوراً بستی خالی کر کے مکئی کے کھیتوں میں آکر بچوں اور عورتوں کو پناہ لینا پڑی ہے، بستی میں تمام اچھے مکانوں کو انھوں نے پھونک ڈالا اور بہت ساری بستیوں میں ایسا ہوا ہے، نہ جان محفوظ ہے نہ عزت و آبرو، ہم بھی جان بچانے کے لئے آبادی چھوڑ کر جنگل میں ٹھہرے ہوئے ہیں، عورتوں کی آبرو بے تحاشا لوٹی جا رہی ہے، کھیتی برباد ہو رہی ہے، ان کی یہ داستان درد و غم سن کر دل شق ہوگئے، کچھ تھا، مئو کا لیڈر بنا ہوا تھا، حکومت وقت سے ٹکرلی تھی، غصہ سے بدن کانپنے لگا، مگر مجبور آدمی کیا کرسکتا ہے، میں نے ان سے کہا گھبرائیں نہیں۔ ہمارا ملک بہت جلد آزاد ہوگا، میں بھی مجرم ہوں، بغاوت کا وارنٹ ہے۔ مئو سے پیدل در بھنگہ جا رہا ہوں، انگریزوں سے پورا بدلہ لیا جائے گا، اب ان کی حکومت باقی رہنے والی نہیں۔

انھوں نے یہ بھی بتایا کہ آنے جانے والے مسافروں نے بتایا ہے کہ چھپرہ سے سمستی پور تک جزوی ٹرینیں چلنے لگی ہیں، اس خبر سے تھوڑی مسرت ہوئی، بانس ڈیہہ کا اسٹیشن بھی طلبہ نے پھونک ڈالا تھا، دوپہر میں سہتوار نامی اسٹیشن پہونچا، یہ اسٹیشن بھی خاکستر ہو چکا تھا۔ پولیس کی نگرانی میں کچھ مزدور صفائی کا کام انجام دے رہے تھے، اسٹیشن کے سامنے باغ میں کنواں تھا، وہاں دم لیا، پانی پیا، بلیا میں مشورہ دینے والے کہہ چکے تھے کہ دوپہر میں ہرگز نہ چلیں کہیں مسجد مل جائے تو سب آرام کرنا۔

دوپہر میں قیام یہیں باغ میں دو پولیس کے آدمی ملے ان سے بھی بات چیت ہوئی، انھوں نے وہاں کے حالات بتائے کہ فوج نے یہاں بھی ظلم و جور سے کام لیا، بہت سے مکانوں میں آگ لگادی، بہت سے مکانوں کے کھپروں کو ٹپوادیا۔ کھپرے سب ٹوٹ گئے، بازار ویران پڑا ہے، آپ لوگ بازار ہوتے ہوئے بالکل کنارے چلے جائیں، وہاں ایک مسجد ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کنواں ہے، وہاں نہا دھو کر آرام کریں، جب دھوپ کی تمازت کم ہو تو یہ سڑک ہے اس سے ریوتی چلے جائیں، لائن پکڑنے کی اب ضرورت نہیں ہے، ادھر سیلاب کا پانی نہیں ہے، لائن پر فوج کی نگرانی میں مرمت کا کام ہو رہا ہے، جو مسافر بھی مل جاتا ہے فوجی اسے روک لیتے اور زبردستی لائن کی درستی کے کاموں میں لگا دیتے ہیں۔

۲۹ اگست ۱۹۴۲ء کی دوپہر کو سہتوار بازار ہوتے ہوئے کنارے والی مسجد میں جا کر ٹھہرے جو آبادی سے باہر ہے۔ واقعی وہاں بڑا اطمینان ملا۔ نہائے، کپڑے دھوئے پھر سو گئے، دو گھنٹہ بعد اٹھ کھڑے ہوئے۔ اذان پکاری، جماعت سے نماز ادا کی۔ ہمارے سوا کوئی ایک متنفس بھی جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔

سہتوار بازار میں ہو کا عالم تھا، دکانیں ویران پڑی تھیں، کچھ مکانات یہاں بھی فوج کی ستم ظریفی پر ماتم کناں نظر آئے، خواص وعوام سہمے سہمے اور چھپے چھپے نظر آ رہے تھے، حلوائی کی ایک آدھ دوکان کے سوا کوئی دوکان کھلی ہوئی نظر نہیں آئی۔ کھانے کے لئے بڑی مشکل سے ستّو اور کچھ میٹھی چیزیں ملیں۔

سہتوار سے روانگی

کوئی تین بجے دن میں کچی سڑک سے پیدل روانہ ہوئے، جب تھک گئے، ایک درخت کے سایہ میں دم لیا، پھر چل پڑے یہاں بھی فوجیوں کے ظلم وستم کی داستانیں لوگوں نے سنائیں کہ چلتے راہی مسافر کو پا جاتے ہیں تو کس بے دردی مارتے پیٹتے ہیں، اور لائن میں باندھ دیتے ہیں، اور بید لگواتے ہیں، ان کو ذرا بھی رحم نہیں آتا، وہاں سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک پختہ بلڈنگ سے دھواں نکل رہا ہے، پوری عمارت سیاہ ہو رہی ہے، معلوم کرنے پر وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ ابھی فوجیوں نے پٹرول چھڑک کر آگ لگائی ہے، اور مکان اندر جل رہا ہے، چار بج چکے تھے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ریوتی قصبہ ڈھائی تین میل دور رہ گیا ہے، وہاں بازار بھی ہے، مسلمان بھی کافی تعداد میں بستے ہیں، ہم نے طے کر لیا کہ رات اسی قصبہ کی مسجد میں گذارنی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ریوتی میں

کوئی پانچ بجے دن میں ہم لوگ ریوتی بازار میں داخل ہوئے، خوف وہراس نے ہمارا خیر مقدم کیا، جہاں ہم لوگوں کی نظر پڑتی، لوگ گھیر لیتے اور حالات معلوم کرنے لگتے، ہم راستہ پوچھتے ہوئے، سیدھے مسجد آئے، وہ وہاں کی جامع مسجد تھی، عصر کی نماز ادا کی، مقامی لوگوں سے گفتگو ہوئی، سبھوں نے بتایا کہ بازار میں غلہ نایاب ہے، دیہات سے غلہ نہیں آرہا ہے، یہاں بھی بہت سے لوگ گرفتار ہوچکے ہیں، اور بہت سے گھر چھوڑ کر بھاگے ہوئے ہیں، تشدد بہت ہے۔

قبیل مغرب ایک شخص تشریف لائے، کہنے لگے رات کا کھانا آپ سب آدمی ہمارے یہاں کھائیں گے، ہم نے پہلے انکار کیا کہ اس پریشانی کے زمانے میں کیوں آپ زحمت کر رہے ہیں، کہنے لگے اللہ کا فضل ہے، مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوگی، اللہ کا دیا ہوا ہر غلہ موجود ہے، اصرار کے بعد دعوت قبول کرنا پڑی۔

اس بندۂ خدا نے اس حدیث پر عمل کیا جس میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو اپنے مہمانوں کا اکرام کرو۔ بڑی محبت اور شوق سے انھوں نے کھلایا، پلایا، یہ سب فضل خداوندی تھا، دل سے دعائیں نکلیں اور اندازہ ہوا کہ مسلمانوں میں اب بھی مسافر نوازی کے جذبات کتنے عمدہ ہیں، رات وہیں مسجد میں گذاری، سویرے اٹھ کر ہم مسجد سے نکل کر باہر باغ میں آگئے، وہاں ایک کنواں تھا، اور سامنے ریلوے لائن، حاجات بشری سے فراغت حاصل کی، پھر وضو کر کے باجماعت نماز ادا کی، اور وہاں سے لائن پکڑ کر چھپرہ کی طرف چل پڑے ذہن میں تھا کہ گرمی کے دن ہیں، سویرے ٹھنڈے ٹھنڈے کچھ راستہ طے ہو جائے تو بہتر ہے۔

ایک ساتھی کی آمد

لائن پکڑے تیزی سے ہم راستہ قطع کرتے آگے جا رہے تھے، کوئی آٹھ بجے دن میں ایک اور ساتھی پیچھے سے تیزی سے آتا ہوا نظر آیا، یہ کون طالب علم ہے؟ جو تنہا چل رہا ہے، جب وہ قریب آگئے تو پہچانا کہ یہ ہمارے حافظ محمد خلیل صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مظفرپوری ہیں، جہاں ان کی جان میں جان آئی، میری بھی خوشی کی انتہا نہ رہی، اس لئے کہ اب تک میں اپنے مدرسہ کا بھی تنہا تھا اور اپنے ذوق کا بھی، بقیہ پورنیہ کے طلبہ تھے جو دارالعلوم مئو میں پڑھتے تھے، اور جنھیں بنگالیوں کے علاوہ دوسروں سے عام طور پر اُنس بہت کم ہوتا ہے۔ سُرمین پور اسٹیشن پر پہونچ کر حافظ صاحب کو ناشتہ کرایا، اب وہاں سے چلے تو اپنے ہم مذاق ساتھی کی وجہ سے چہرے پر بشاشت آئی، خاموشی ختم ہوئی، گپ شپ کرتا ہوا چلا، چلنا آسان ہوگیا اور راستہ کی تکلیف خاصی کم محسوس ہونے لگی۔

چلتا بھاگتا جا رہا تھا، ٹھیک دوپہر میں اس بڑی ندی بلکہ دریا کے کنارے پہونچا، جس پر ریلوے لائن کا بڑا لمبا پل ہے، مانجھی کا پل کہا جاتا ہے، دریا کا پاٹ بہت عریض ہے، سیلاب کی وجہ سے دریا پھولا ہوا تھا۔ مگر کشتی سے لوگ اِدھر سے اُدھر پار ہو رہے تھے۔

ڈرتے ڈرتے کشتی پر بیٹھے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، پُل سے گذرنے کی اجازت نہیں تھی پولیس کا پہرہ پڑ رہا تھا، اللہ اللہ کرکے آدھ ایک گھنٹہ میں پار اترا، اللہ کا شکر ادا کیا کہ ایک مہم سر ہوئی، اس لئے کہ پورے راستہ میں سوچتا آرہا تھا کہ اس دریا سے کیسے پار اترا جائے گا۔

چھپرہ کی سرحد میں

ادھر آکر کچھ کھایا پیا گیا، اور سڑک کے راستہ روانہ ہوا۔ اب چھپرہ ضلع میں داخل ہو چکا تھا، چھپرہ شہر میں میرا بچپن گذرا ہے، آمدنامہ سے لے کر شرح وقایہ تک میں نے ساری کتابیں اسی شہر کے مدرسہ وارث العلوم میں پڑھی ہیں، ۱۹۳۴ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک میرا قیام رہا، یہ مدرسہ پہلے محلہ کریم چک کے مختلف کرایہ کے مکانوں میں رہا۔ ذاتی مکان سے غالباً یہ دینی درسگاہ اب تک محروم ہے، لیگ، کانگریس کا جس زمانہ میں سخت ٹکراؤ تھا، چھپرہ میں ہی تھا، اپنے استاذ سید محمد قادری صاحب کے حکم اور حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحمٰن کی اجازت سے الجمعیۃ دہلی کے دس پرچے منگوا کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں تک کئی سال تک پہونچاتا رہا، جمعیۃ علمار کی نمائندگی کا فریضہ یہی دونوں حضرات ادا کرتے تھے، اس شہر میں اپنے بچپن اور ابتدائے نوجوانی میں پچاسوں تقریریں کی ہوں گی، ۱۹۳۸ء میں جمعیۃ علمار بہار کی صوبائی کانفرنس اسی شہر میں ہوئی، اور اسی سے جمعیۃ علمار کی نشاۃ ثانیہ ہوئی، اور سب سے پہلے ہم طلبہ کے مطالبے پر ہی نائب امیر شریعت حضرت مولانا سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیۃ کا سفید وسیاہ دھاری کا جھنڈا تجویز فرمایا اور بہت نمایاں کرکے اسے لہرایا۔ یہ شان جھنڈے کی پھر کبھی دیکھنی نصیب نہیں ہوئی۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ چھپرہ کی سرحد میں داخل ہوتے ہی اس کی سرزمین سے میں نے انس محسوس کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ اجنبی خطے سے نکل کر ایک مانوس خطہ میں آگیا، توانائی بڑھ گئی، دیول گنج بازار میں حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدظلہٗ یاد آئے، چنانچہ وہاں سے چل کر پورے قافلہ کے ساتھ مدرسہ حمیدیہ گودنا کے احاطہ میں داخل ہوا، یہ ساڑھے تین بجے دن کا وقت تھا، معلوم ہوا کہ مولانا مدظلہٗ وطن جا چکے ہیں، مدرسہ بند ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ مدرسہ کے متولی مولوی احسان احمد صاحب گرفتار ہو چکے ہیں، کیونکہ یہ بھی کانگریس کے کارکن تھے۔

چھپرہ میں قیام

وہاں سے چل کر چھپرہ اسٹیشن آیا، جہاں پلیٹ فارم پر سخت فوجی پہرہ تھا، کسی کو ٹھہرنے نہیں دیا جاتا تھا، اسٹیشن سے باہر نکل کر ایک مسلمان ہوٹل میں آیا۔ اب پانچ بج چکے تھے، عصر کی نماز پڑھی، چائے پی، اور اسی ہوٹل میں قیام کا ارادہ کرلیا۔

چھپرہ شہر اجنبی نہیں تھا، جی میں آیا کچھ دوستوں سے مل آؤں، پھر خیال آیا، قیام کے زمانہ میں کانگریسی مشہور تھے اور بہت سے مسلم لیگی ہمارے سخت مخالف تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں کوئی بدخواہ موقع غنیمت جان کر گرفتار کرا دے۔ اس لئے شہر میں جانا مناسب نہیں معلوم ہوا، اور نہیں گیا۔ میں اور حافظ صاحب ہوٹل میں رہ گئے، میرے بقیہ ساتھی شہر کی کسی مسجد میں چلے گئے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محلہ گدڑی بازار کی مسجد میں غالباً ان سب نے رات گذاری، یہ ارزانی کا دور تھا، ایک آنہ فی چارپائی سونے کا معاوضہ لیا اور کھانے چائے میں جو خرچ ہوا وہ الگ سے چارج کیا۔ اس زمانے میں ایک آنہ ڈیڑھ آنے میں ایک شخص اوسط درجہ کا کھانا آسودہ ہوکر کھاتا تھا، شام سے صبح تک شہر میں کرفیو تھا۔

پانچ بجے شام سے دوسرے دن کے ڈھائی بجے دن تک ہوٹل میں قیام رہا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ریلوے کے بعض ملازمین نے بتایا کہ لائن درست ہوچکی ہے، آج ڈھائی بجے دن میں پہلی ٹرین یہاں سے سونپور جائے گی۔

سونپور روانگی

چنانچہ ۳۱ اگست ۱۹۴۲ء کو ڈھائی تین بجے دن میں پسنجر ٹرین چھپرہ سے سونپور کے لئے روانہ ہوئی، ٹکٹ لے کر ہم سب اس میں بیٹھ گئے، ۵ بجے اس نے سونپور پہونچایا، یہاں بھی اسٹیشن پر فوجی پہرہ تھا۔ مسافر کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی، —— یہ بھی معلوم ہوا کہ اب کل ۹ بجے دن میں ایک ٹرین سونپور سے مظفرپور جائے گی۔

ایک مسلمان کے مشورہ سے ہم لوگ اسٹیشن سے باہر آئے اور ایک میل کی دوری پر جاکر ایک مسلمان آبادی میں پہونچے، وہاں کی مسجد میں قیام کیا، رات اسی میں گذاری، حافظ خلیل صاحب بازار سے ستو اور شکر خرید کر لائے، دو تین سیر امرود بھی لائے۔ اس کے سوا کھانے کی کوئی اور چیز نہیں ملی، رات کا کھانا اور صبح کا ناشتہ یہی تھا۔ آٹھ بجے دن میں وہاں سے چل کر اسٹیشن آگئے۔

سونپور سے سمستی پور

اسی دن یکم ستمبر ۱۹۴۲ء کو ٹرین کٹھیار کے لئے چلنے والی تھی، جو شاہ پور پٹوڈی ہوکر جارہی تھی۔ پورنیہ کے احباب اس سے روانہ ہوگئے، دوسری ٹرین مظفرپور جانے والی تھی، ہم ٹکٹ لے کر ہم دونوں (خاکسار اور حافظ خلیل) اس میں بیٹھ گئے، چنانچہ اس نے لاکر مظفرپور اتار دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باہر نکل کر تانگے والے سے دربھنگہ چلنے کی بات کی، تو بارہ روپے کرایہ بتایا، جو زیادہ معلوم ہوا، وہیں کسی نے بتایا کہ دوپہر بعد ایک ٹرین یہاں سے سمستی پور جائے گی، ٹکٹ لے کر پلیٹ فارم پر آگئے اور ٹرین پر بیٹھ کر ۲ بجے سمستی پور پہونچے، یہاں بھی اسٹیشن پر پہرہ تھا۔ باہر نکل کر قریب کی مسجد میں نماز ادا کی، پلیٹ فارم پر دربھنگہ کے کچھ جان پہچان کے ریلوے ملازم ملے، ان سے کہہ دیا کہ بھائی سراج الدین صاحب کو یہ اطلاع کردیں کہ یہاں تک ہم لوگ پہونچ چکے ہیں، کل کسی وقت انشاء اللہ دربھنگہ پہونچیں گے، بھائی سراج الدین ریلوے ملازم تھے اور دربھنگہ اسٹیشن کے حلقے میں رہتے تھے۔

نماز کے بعد ہوٹل میں جاکر کھانا کھایا گیا۔ اب کہنا چاہیئے رنج وغم ختم ہو چکا تھا، اور خوف دل سے نکل چکا تھا کہ اپنے ضلع میں آچکا تھا اب سوال یہ تھا کہ رات کہاں گذاری جائے۔ معلوم ہوا کہ بھائی عبداللطیف کی ڈیوٹی آج کل یہیں ہے اور وہ کنارے کے فلاں کوارٹر میں ہیں، ان کی تلاش میں نکلا اور آفتاب ڈوبنے سے پہلے وہاں پہونچ گیا، رات ان کے پاس ہم دونوں نے گذاری، انھوں نے بتایا کہ ابھی دربھنگہ کے لئے فوجی ٹرین چلتی ہے اگر پسند کرو تو اس پر بٹھا دوں، یوں فوجی غیر مہذب ہوتے ہیں، ہم نے کہا پھر پیدل چلے جائیں گے، تردد کے ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔

دربھنگہ روانگی

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء ناشتہ سے فارغ ہوکر دربھنگہ کے لئے پیدل روانہ ہوئے، گو وطن کی قربت نے زندہ دل بنا دیا تھا، مگر ہفتہ بھر کی تکان اور سفر نے نیم جان بنا رکھا تھا، پاؤں پر ورم بھی آچکا تھا، اور چلنے میں کافی تکلیف کا احساس تھا، مگر کرنا کیا تھا؛ جیسے تیسے چل پڑا، جوانی کی توانائی ساتھ دے رہی تھی۔ ایک بجے دن میں ہم جٹمل پور پہونچے، یہاں پل ٹوٹا ہوا ملا۔ ہمت جواب دے چکی تھی، ارادہ یہ ہوا کہ کوئی مسلم آبادی مل جائے تو آرام کیا جائے۔ کل دربھنگہ کے لئے چلا جائے گا۔ اب پاؤں اٹھ نہیں پاتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصف گھنٹہ کے انتظار کے بعد کشتی آئی، جس نے ہمیں پار اتارا اور اس طرح دوسری طرف پہونچا، وہاں دیکھا بہت سے یکے تانگے کھڑے ہیں، دھوپ تیز تھی، ایک یکہ والے سے دربھنگہ کے لئے بات کی وہ تیار ہوگیا، کچھ مسافر اور بھی اس کو مل گئے۔ اب جان میں جان آئی۔

اپنوں میں

ہم دونوں یکہ پر بیٹھ کر دربھنگہ آئے، راستہ کافی لمبا تھا، تین گھنٹہ میں طے ہوا، گو گھوڑا تیز تھا، بھائی صاحب کے کوارٹر میں آیا۔ وہ ڈیوٹی پر تھے، ایک آدمی فوراً بھاگا، جاکر بتایا کہ آپ کے چھوٹے بھائی بخیریت آگئے، وہ سنتے ہوئے دوڑے ہوئے آئے، دیکھ کر بہت مسرور ہوئے، فرمانے لگے کہ والدمحترم دن رات تمھارا تذکرہ کرتے رہتے ہیں، کبھی کبھی ان کے لب ولہجہ میں مایوسی آجاتی تھی، ان کو معلوم تھا کہ تم تقریر زیادہ کرتے ہو، سیاسی بھی ہو، ان کو خطرہ تھا کہ کہیں پولیس یا فوجی کی گولی کا نشانہ نہ بن گئے ہو، لوگ کہتے تھے کہ نہیں وہ زندہ ہے، دیر سویر آئے گا، وہ بھی کہنے لگتے انداز تو یہی ہے کہ زندہ سلامت ہے، مگر کبھی نا امیدی کا حملہ ہوجاتا ہے، یوں دل بڑی حد تک مطمئن ہے۔

بھائی صاحب نے دیکھ کر فرمایا، پہلے ہوٹل چلو، وہاں لے جاکر ہم دونوں کو کھلایا پلایا، فارغ ہوکر آئے تو کہنے لگے، آج رات میں یہیں آرام کرو، گھر آدمی بھیجدیا ہے کہ وہ والدمحترم کو بتادے کہ تم بخیروعافیت واپس آچکے ہو، کل ناشتہ کرکے چلے جانا۔

ہم دونوں نے رات یہیں گذاری، رات کا بڑا حصہ آپ بیتی کے قصے کہانیوں کے سنانے میں گذرا، صبح ہوئی ناشتہ کیا گیا، اب بھائی صاحب نے اجازت دی کہ گھر جاسکتے ہو۔

۳ر ستمبر ۱۹۴۲ء کو دن کے آٹھ بجے گھر پہونچ گیا، حافظ خلیل صاحب بھی ہمراہ آئے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا کہ جو سفر ۲۴ر اگست ۱۹۴۲ء کو خوف وہراس کے ماحول میں شروع ہوا تھا اور بار بار مایوسی حصہ میں آچکی تھی، مسلسل گیارہ دنوں کے بعد مسافر وطن میں اپنے لوگوں میں آگیا فالحمد للہ حمداً کثیراً۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والد محترم، والدہ ماجدہ اور دوسرے خویش واقارب میری بسلامت آمد پر کس قدر خوش ہوئے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ والدہ نے بیواؤں اور مسکینوں میں کھانا تقسیم کیا۔

حافظ خلیل صاحب دو تین دن میرے یہاں قیام پذیر رہے۔ اتفاق سے تیسرے ہی دن مجھے بخار آگیا۔ حافظ جی نے تنہائی محسوس کی، کہنے لگے، میں اب اپنے وطن جاؤں گا۔ ان کا مکان سیتا مڑھی علاقہ میں تھا، میں نے بھائی صاحب کے پاس بھیجدیا، وہاں سے وہ اپنے وطن روانہ ہو گئے۔

وطن میں لوگ کہنے لگے، اب کانگریس پھر سر نہیں اٹھائے گی، حکومت نے تمام کارکنوں کو جیل میں ڈال دیا ہے، میں کہتا تھا، اب ملک آزاد ہو کر رہے گا، ۱۹۴۲ء کی اس تحریک نے یہ راز افشا کر دیا ہے کہ انگریزوں کا یہاں رہ جانا ممکن نہیں ہے۔ عوام و خواص میں آزادی کی جو اسپرٹ بھر گئی ہے، وہ ملک کی آزادی سے پہلے نہیں نکلتی۔ حکومت کا ظلم و جور اب زیادہ دنوں کام نہیں کر سکتا۔ ملک آزاد ہو کر رہے گا۔ یہ قربانی بیکار نہ جائے گی، آج جو جیلوں میں ہیں وہ کل نکل کر حکومت کی گدیوں کو سنبھالیں گے۔

روداد سفر ستمبر ۱۹۴۲ء میں لکھ لی گئی تھی، وہ الحمد للہ موجود ہے۔

اس تحریک میں حصہ لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے ایک سال گمنام زندگی گذارنا پڑی۔

مفتاح العلوم مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ کے صدر المدرسین نے بذریعہ خط اطلاع دی کہ وارنٹ جاری ہے، جب تک دوسرا خط نہ جائے، ہرگز نہ آنا۔

حسب قاعدہ جب سال بھر تک مجرم نہ ملا تو وہ وارنٹ منسوخ ہو کر داخل دفتر ہوا۔ ایک سال تعلیم کا نقصان ہوا۔ یہ سال میں نے مدرسہ حمیدیہ گودنا ضلع سارن میں گذارا اور مدرسہ اگزامنیشن بورڈ سے عالم کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی۔

دوسرے سال حضرت الاستاذ مولانا حبیب الرحمن اعظمی دامت برکاتہم کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گرامی نامہ آیا کہ اب آنے میں کوئی مضائقہ نہیں، خطرہ ختم ہو چکا ہے، ۱۹۴۳ء کے آخر میں دوبارہ مفتاح العلوم آیا اور دورۂ حدیث میں داخلہ لیا۔ اس طرح ۱۹۴۴ء کے اگست یا ستمبر میں فراغت حاصل کی، اس کے بعد تقریر کی راہ چھوڑ کر تحریر کے میدان میں آگیا۔ تاکہ تعلیم اور درس وتدریس کے سلسلے میں آئندہ رکاوٹ پیش نہ آنے پائے۔

ندوۃ المصنفین کی نئی اور شاندار پیش کش

عثمان ذوالنورینؓ

از مولانا سعید احمد اکبر آبادی

یہ وہی کتاب ہے جس کا ارباب ذوق کو صدیق اکبرؓ کے بعد سے شدید انتظار تھا۔ اب زیور کتابت وطباعت سے آراستہ وپیراستہ ہو کر منظر عام پر آگئی ہے، شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے جس میں عربوں کی تاریخ نویسی کی تاریخ اور اس پر محققانہ نقد وتبصرہ ہے۔ پھر سیدنا حضرت عثمان سوئم خلیفہ راشد کے ذاتی حالات وسوانح، اخلاق ومکارم، فضائل ومکارم اور اوصاف وکمالات، عہد نبوی اور عہد شیخین میں نہایت عظیم الشان دینی خدمات، خود اپنی خلافت کے عہد میں نہایت اہم اور مختلف النوع کارنامے اور پھر جو فتنہ پیدا ہوا اس کے اسباب ووجوہ، فتنہ کے زمانے کے حوادث وواقعات اور پھر شہادت۔ ان سب مباحث پر اس قدر جامع اور محققانہ کلام کیا گیا ہے کہ اصل حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے، اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اس موضوع پر ایسی کتاب اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی۔

عمید الرحمن عثمانی
مینیجر ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی۔

© rasailojaraid.com